شیعہ و تشیّع کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

سید رمیز الحسن موسوی*

کلیدی کلمات: شیعہ، تشیّع، اہل سنت، عثمانیہ، علوی، ابوتراب، ناصبی

خلاصہ:

ادیان ومذاہب کے مطالعے کا ایک اہم باب اُن کی اصطلاحات کی پہچان ہے۔ امام خمینیؒ کے اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کے قیام کے بعد اس وقت پوری دنیا میں اسلام شناسی کے باب میں مکتب تشیّع کی شناخت کی اہمیت بڑھ چکی ہے۔ لہٰذا دنیا کی اہم یونیورسٹیوں میں شیعہ شناسی کے شعبے قائم ہو چکے ہیں، اور شیعہ کے سیاسی کلچر پر ڈاکٹریٹ کی سطح تک مطالعات جاری ہیں۔ اسی لئے آج شیعہ اور انقلاب مخالف حلقوں میں بھی شیعہ و تشیّع کے بارے میں اپنی سیاسی مفادات کے مطابق کتب لکھی جا رہی ہیں، جن میں کلمۂ شیعہ و تشیّع کو پروپیگنڈے کی غرض سے توڑ موڑ کر پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس مقالے میں کتب لغت وکلام کے حوالے سے کلمہ شیعہ و تشیّع کی وضاحت کی گئی ہے اور مزید وضاحت کی خاطر شیعہ کے مترادف اور متقابل کلمات کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔ تاکہ اسلام کے تمام مکاتیب فکر کو اسم وعناوین کے اعتبار سے ایک دوسرے سے جدا کرتے ہوئے ان کے بارے میں مطالعات کرنے والوں کے لئے تحقیق کا راستہ ہموار کیا جاسکے۔ اس سلسلے میں مشہور شیعہ وسنی علمائے اسلام اور محققین کی کتب کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

تمہید

ادیان و مذاہب کی شناخت اور اُن کے تقابلی مطالعہ میں کسی بھی مذہب ومسلک کی بنیادی اصطلاحات سے آگاہ ہونا بہت ضروری ہے۔ لیکن کسی اصطلاح کو سمجھنے کے لئے اُس کے لغوی معنی و مفہوم کی پہچان بہت ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک انسان ایک اصطلاح کے لغوی مفہوم سے آشنا نہ ہو، اس کے اصطلاحی معنی و مفہوم کو نہیں سمجھ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ لغت شناسی یا فقہ اللغۃ، ادیان ومذاہب کے مطالعات کا ایک اہم باب قرار پایا ہے۔ لغت شناسی میں کسی کلمے یا لفظ کی اصل اور جڑ کے بارے میں اور اُس میں معنی ومفہوم کے لحاظ سے ہونے والی تبدیلیوں کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ تمام اسلامی علوم وفنون کے بارے میں علمی بحث سے پہلے اُن علوم وفنون سے متعلق ابحاث کی لغوی واصطلاحی وضاحت کرنا، علما اور محققین کی ایک علمی روش اور طریقہ کار رہا ہے جس کے بہت سے فوائد ہیں؛ منجملہ یہ کہ اس روش کے ذریعے موضوع کے بارے میں اپنا مافی الضمیر دوسرے تک پہنچانا آسان ہو جاتا ہے۔

موجودہ دور میں تشیّع اور شیعہ مکتب پوری دنیا میں ادیان شناسی اور اسلام شناسی کا ایک اہم باب شمار ہوتا ہے۔ امام خمینیؒ کی اسلامی تحریک کے زیر سایہ اسلامی انقلاب برپا ہونے کے بعد اس انقلاب کے ذریعے دنیا کے سیاسی اعداد وشمار میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ اِس سے جہاں دنیا بھر کے عام طبقات میں سیاسی شعور اُجاگر ہوا ہے، وہاں عالمی طاقتوں اور سیاسی قوتوں کے مفادات بھی خطرے میں پڑے ہیں۔ اس لئے اس وقت

*۔ مدیر مجلہ سہ ماہی "نور معرفت"نورالہدیٰ مرکز تحقیقات (نمت)، بھارہ کہو، اسلام آباد۔

مذہب شیعہ اور تشیّع نہ فقط الٰہی ادیان (بالخصوص دین اسلام) کا مطالعہ کرنے والوں کی توجہ کا مرکز بن چکا ہے، بلکہ دشمنان اسلام نے بھی اس اسلامی مکتب فکر کی طرف خصوصی توجہ دینی شروع کر دی ہے۔اس وقت دنیا کی اہم یونیورسٹیوں میں شیعہ شناسی کا شعبہ قائم ہو چکا ہے، خصوصاً مغربی ممالک میں مکتب شیعہ کے سیاسی کلچر پر ڈاکٹریٹ کی سطح تک مطالعات جاری ہیں۔اسی طرح دشمنان اسلام اور بالخصوص ایران کے اسلامی انقلاب کے ہاتھوں سیاسی ہزیمت اُٹھانے والی عالمی طاقتوں سے وابستہ علمی حلقوں نے شیعہ اور تشیّع کے بارے میں اپنے سیاسی مفادات کے مطابق تحقیقات اور کتب لکھنی شروع کر دی ہیں۔اس سلسلے میں اُردو زبان میں بھی اسلامی انقلاب، امام خمینیؒ کی اسلامی تحریک اور مذہب شیعہ سے متعلق سینکڑوں کتب اور مقالے تحریر کیے گئے ہیں جن میں کلمۂ شیعہ و تشیّع کو پروپیگنڈے کی غرض سے توڑ موڑ کر پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔اس مقالے میں مشہور کتب لغت کے حوالے سے کلمہ شیعہ و تشیّع کا لغوی معنی بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے اور پھر کلامی کتب کے حوالے سے شیعہ اور تشیّع کا اصطلاحی معنی و مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس کے ساتھ ہی شیعہ اور تشیّع کے مترادف کلمات کو ذکر کیا گیا ہے تاکہ اسم و عنوان کے لحاظ سے مکتب اہل بیتؑ کے پیروکاروں کی مکمل شناخت حاصل ہو جائے۔اسی طرح شیعہ اور تشیّع کے متقابل کلمات کہ جو کلامی و تاریخی منابع میں ذکر ہوئے ہیں، کا بھی تذکرہ کر دیا گیا ہے تاکہ اسلام کے ان دونوں مکاتیب فکر کو اسم و عناوین کے اعتبار سے ایک دوسرے سے جدا کرتے ہوئے ان کے بارے میں مطالعات کرنے والوں کے لئے تحقیق کا راستہ ہموار کیا جا سکے۔اس سلسلے میں مشہور شیعہ و سنی علمائے اسلام اور محققین کی کتب کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

یہ بات مد نظر رہنی چاہیے کہ ہر غیر مہمل کلمہ یعنی با معنی کلمہ ایک یا چند لغوی معانی رکھتا ہے۔جن کی بنیاد پر اس کلمے کو اسی معنی میں وضع یا استعمال کیا جاتا ہے۔اس کے لئے چند مشہور اور مستند کتب لغت کی طرف رجوع کرنا ہی کافی ہوتا ہے، لیکن کچھ کلمات اپنے لغوی معانی کے علاوہ اصطلاحی معانی بھی رکھتے ہیں جو ایک خاص وضع یا استعمال پر موقوف ہوتے ہیں۔جیسا کہ علمی شعبوں اور فنی اور ہنری موضوعات کے بارے میں اصطلاحات وضع کی جاتی ہیں۔لہٰذا مختلف علوم و فنون کے اصطلاحی معانی کی پہچان کے لئے، اُنہی علوم سے متعلق لکھی جانے والی کتب کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔مثلاً علم کلام، فلسفہ یا کیمسٹری و فزکس سے متعلق اصطلاحات کو سمجھنے کے لئے مذکورہ علوم کی خاص کتب اور ماہرین کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تاکہ متعلقہ علم کی اصطلاحات کو صحیح طرح سمجھا جا سکے۔

لیکن بعض اصطلاحات وضع نہیں کی جاتیں بلکہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ استعمال کے ذریعے اصطلاح بن جاتی ہیں، ایسی اصطلاحات کی پہچان کے لئے فقط کسی خاص منبع اور کتاب کی طرف رجوع نہیں کیا جا سکتا، اس اصطلاح کے تاریخی سفر کے ذریعے اس کے صحیح مفہوم تک پہنچا جاتا ہے۔یہاں ایک اور اہم نکتہ یہ کہ ہمیشہ کسی کلمے کے لغوی اور اصطلاحی معنوں کے درمیان ایک قسم کا تعلق اور ربط ہوتا ہے، جس کی پہچان ضروری ہوتی ہے۔جیسا کہ کلمہ شیعہ اور تشیّع کے لغوی اور اصطلاحی معانی کے درمیان ایک قسم کا ربط پایا جاتا ہے جو ہمیں اس کے اصطلاحی معانی کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

شیعہ و تشیّع کا لغوی معنی

اگرچہ شیعہ اور اہل سنت جیسے کلمات کہ جو ایک دوسرے کے مدّ مقابل اسلام کے دو فقہی اور کلامی مذاہب کے عنوان سے اُردو بولنے والوں کے لئے واضح ہیں؛ لیکن کلمہ شیعہ اور تشیّع چونکہ عربی زبان کے الفاظ ہیں لہٰذا ان کی اصطلاحی پہچان کے لئے ان کے لغوی معنی و مفہوم کی پہچان بھی ضروری ہے۔جس کے لئے ہم لغت کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو شیعہ اور تشیّع کے بہت سے مشترک لغوی معانی ملتے ہیں:

عربی علمِ صرف کے لحاظ سے دیکھا جائے تو "تشیّع "،مادہ "شَیَعَ " (شاع) سے باب تفعّل کا مصدر ہے اور کلمہ "شیعہ " بھی اسی مادہ سے مشتق ہے۔ در اصل عربی میں "شیعہ " لوگوں کے ایک گروہ کو کہتے ہیں ۔ یہ ایک ایسا اسم ہے جو مفرد ، تثنیہ اور جمع سب کے لئے بولا جاتا ہے۔ اسی طرح مذکر و موٴنث کے لئے بھی ایک ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ (1)

اُردو میں بھی اس کا استعمال اسی طرح ہے۔البتہ اُردو میں اس کی جمع "شیعیان" بھی ہے۔ عربی میں کلمہ "شیعہ "دو قریبی لغوی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

- "شیعہ " مفرد صورت میں بغیر کسی دوسرے کلمے کی طرف اضافہ کے ایک ایسے گروہ اور دستے کو کہتے ہیں جو کسی ایک مسئلے پر اکٹھا ہو گیا ہو۔
- مضاف صورت میں مثلاً " شیعۃ الرّجل "یعنی اُس شخص کے شیعہ ، پیروکاروں یا مددگاروں کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (2)
- قرآن مجید میں کلمہ شیعہ چار بار استعمال ہوا ہے۔ ایک بار مفرد صورت میں (سورۂ مریم آیت: ۶۹)اور تین بار مضاف صورت میں (سورۂ قصص،آیت ۱۵، سورۂ صافات ،آیت ۸۳)استعمال ہوا ہے۔پہلی آیت میں "گروہ "کے معنوں میں اور دوسرے تین موقعوں پر "پیروکاروں "کے معنی میں ۔اسی طرح قرآن میں کلمہ " شِیَع "پانچ بار جمع کی صورت میں گروہوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔(3)
- قابل ذکر نکتہ یہ کہ قرآن میں کلمہ "شیعہ "دو جگہ پر "عدوّ "(دشمن)کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے۔ (4)

اب کلمہ " تشیّع "(مصدر باب تفعّل)کے بارے میں جاننا چاہیے کہ یہ کلمہ عربی زبان میں مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس کے متعدد معانی ہیں منجملہ :

1. " تَشَیَّعَ فی الشیء " اُس چیز کی خواہش میں ہلاک ہوا۔ (5)
2. اسی طرح ہر اُس چیز کے بارے میں کہ جو آگ سے جلائی گئی ہو " شُیّعَ " کہا جاتا ہے (6)
3. " شَیَّعَہ "یعنی ،اُس کی پیروی کی۔اسی معنی میں "یُشَیّعُھا "یعنی ،اُس کے پیچھے پیچھے چلا۔ (7)
4. "یُشَیّعُہ علی ذلك "یعنی ،اُس کی کسی کام میں تقویت کی ۔اسی معنی میں ہے"تشییع النّار "، یعنی: آگ پر ایندھن ڈال کر اُس کی تقویت کرنا۔ (8)
5. " شَیَّعَہ "یعنی، کسی شخص کے سفر پر جاتے وقت اُسے الوادع کرنے کی خاطر اُس کے ہمراہ چند قدم چلنا۔ (9)
6. " شَیَّعَ فیہ "یعنی، گھل مل گیا۔ جیسا کہ کہاتا ہے دودھ کا قطرہ پانی میں گھل مل گیا۔ یا فلاں خبر پھیل گئی ۔ (10)
7. "شَیَّعَتہ نفسُہ علی ذلك " یعنی،خود اُس شخص نے اس کام میں اُس کی پیروی کی ۔اسی طرح "مُشَیِّع " بھی شجاع کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ،اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے: اُس شجاع شخص کا دل،اُسے ذلیل نہیں ہونے دیتا اور مشکل و دشوار کاموں میں اُس کی ہمراہی کرتا ہے۔(11)
8. " شَیَّعَ "وہ شیعہ ہو گیا،اُس نے مذہب تشیّع اختیار کر لیا،اُس نے شیعہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ (12) البتہ یہ معانی تشیّع کے اس اصطلاحی معنی کی طرف بھی ناظر ہیں کہ جس کے بارے میں ہم نے اس مقالے میں بحث کی ہے۔

شیعہ و تشیع کا اصطلاحی معنیٰ

تاریخی مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ زمانہ رسول خدا ﷺ میں ہی کلمہ تشیّع ایک اصطلاح کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے کئی بار حضرت علی علیہ السلام کے حامیوں کے بارے میں "شیعۃُ علی" کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے۔ جیسا کہ ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ نے امام علی علیہ السلام کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ شخص (علیؑ) اور اس کے شیعہ قیامت کے دن سعادت مند ہوں گے۔ (13)

یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں آپؐ کے اصحاب میں سے چار شخص یعنی حضرت ابو ذر غفاریؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت مقداد بن اسود کندیؓ اور حضرت عمار یاسرؓ "شیعۃُ علیؑ" کے لقب سے پہچانے جاتے تھے۔ (14)

بنابریں کلمہ "شیعہ" جو کہ لغت میں پیروکار اور مددگار کے معنی میں ہے، خود رسول اللہ ﷺ کی لسان مبارک میں اصطلاحی معنی کے لحاظ سے حضرت علی علیہ السلام کے حامیوں اور مددگاروں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جس پر بہت سی احادیث شاہد ہیں، البتہ کلمہ شیعہ بطور اصطلاح اپنے تاریخی سفر کے دوران ہی دو معنوں میں استعمال ہونے لگا تھا۔ ایک عام اصطلاح کے طور پر اور دوسرا خاص اصطلاح میں۔

ا۔ شیعہ کا عام اصطلاحی معنیٰ

عام طور پر اصطلاح " شیعۃُ علی علیہ السلام " کا معنی علی علیہ السلام کے محب اور مددگار ہے۔ (15) یہ معنی در حقیقت صدر اسلام کے دو اہم سیاسی واقعات کی طرف ناظر ہے۔ ان دونوں واقعات میں مسلمان دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ تقسیم خود زمانہ رسول اللہ ﷺ میں ہی نظر آ رہی تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مختلف موقعوں پر حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کرکے اُن کو اور اُن کے محبین کو بشارت دی تھی اور ابوذرؓ، سلمانؓ، عمارؓ اور مقدادؓ جیسے صحابی حضرت علیؑ کے شیعہ اور محبین کے عنوان سے مشہور ہو گئے تھے۔ جبکہ اسی دوران دوسری طرف اصحاب میں سے کچھ لوگ محبت علیؑ کے سلسلے میں بے رغبتی کا مظاہرہ بھی کر رہے تھے اور علیؑ کی محبت کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے۔

اس لحاظ سے زمانہ رسولؐ ہی میں علیؑ کی پیروی اور محبت اور اُن کی مخالفت کے لحاظ سے دو گروہ موجود تھے۔ لیکن یہ دونوں گروہ اُس وقت نمایاں ہو کر ایک دوسرے کے مدمقابل آ جاتے ہیں کہ جب پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد بعض صحابہ، کرام رسول اللہ ﷺ کی جانشینی کے مسئلے کو آپؐ کی تجہیز و تکفین سے زیادہ اہم سمجھتے ہوئے ثقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ کے انتخاب کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ اس طرح واقعۂ ثقیفہ مسلمانوں میں موجود غیر نمایاں اس سیاسی اور نظریاتی تقسیم کو نمایاں کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ یہاں سے دو گروہ سامنے آ جاتے ہیں۔ ایک گروہ میں ثقیفہ میں جمع ہونے والے صحابہ کرام شامل ہیں اور دوسرے حضرت علی علیہ السلام کی محبت اور پیروی اور جانشینی کا دم بھرنے والے صحابہ کرام ہیں۔ جن میں مذکورہ بالا چار صحابہ کے علاوہ حضرت زبیر بن عوام اور عبداللہ ابن عباس جیسے بہت سے نامور صحابہ بھی شامل ہیں۔ یہ لوگ ثقیفہ کے واقعے میں حضرت علیؑ کی سیاسی پیروی کرتے ہیں اور شیعہ علی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

دوسرا اہم واقعہ حضرت عثمان کے خلاف شورش کے نتیجے میں اُن کے قتل ہو جانے اور حضرت علیؑ کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد جنگ جمل کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔ یہاں بھی صحابہ کرام دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کا ایک گروہ حضرت علیؑ کی پیروی کرتا ہے اور خلافت علیؑ کے مقابلے میں کھڑے ہونے والے صحابہ کرام کے مقابلے میں آ جاتا ہے، جس کے نتیجے میں جنگ جمل کا افسوس ناک واقعہ رونما ہوتا ہے۔ یہاں بھی دونوں طرف صحابہ کرامؓ ہیں۔ حضرت علیؑ کی سیاسی پیروی کرنے والوں کو یہاں بھی شیعہ علی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کو شیعہ کا عام اصطلاحی معنی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں حضرت علیؑ کا ساتھ دینے والے سیاسی لحاظ سے حضرت عثمان کے مخالف اور حضرت علیؑ

کے حامی تھے۔ لیکن عقیدتی لحاظ سے حضرت علیؑ کے حامی نہیں تھے اور شیخین (حضرت ابو بکر اور حضرت عمر) کی خلافت کے معتقد تھے۔ لہٰذا تاریخ اسلام کے محققین نے انہیں شیعہ عثمان (جن کو موٴرخین نے عثمانیہ کا نام بھی دیا ہے۔(16)) کے مقابلے میں شیعہ علی کے نام سے یاد کیا ہے۔ یعنی یہ لوگ حضرت عثمان کی حکومت سے راضی نہیں تھے اور تبدیلی کے خواہاں تھے لہٰذا حضرت علیؑ کی سیاسی حمایت کرنے لگے تھے جس کی وجہ سے شیعہٴ علی کہلانے لگے تھے۔ لیکن عقیدتی اعتبار سے وہ حضرت علیؑ کو خلیفہ بلافصل نہیں سمجھتے تھے۔ اس زمانے میں شیعہ کی اصطلاح جہاں حضرت علیؑ کے حامیوں کے لئے استعمال ہوتی تھی جس میں زیادہ تر اہل عراق نظر آتے ہیں وہاں اہل شام کو بھی "شیعہٴ عثمان" کہا جاتا تھا جو بنی اُمیہ کے پرچم تلے جمع تھے۔

آج بھی بہت سے ایسے اہل سنت کو محبین اور شیعہ علیؑ کے نام سے پکارا جاتا ہے جو حضرت علی علیہ السلام سے پہلے خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو قبول کرتے ہیں، لیکن حضرت علیؑ اور اہل بیت اطہارؑ کی شان میں نبی اکرم ﷺ سے منقول بہت سی احادیث کی وجہ سے حضرت علی اور اہل بیت اطہار علیہم السلام سے بھی محبت کو بھی لازمی قرار دیتے ہیں۔ یہ اہل سنت بھی بمعنی عام ایک قسم کی تشیّع سے بہرہ مند ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگ فقہی اور کلامی اعتبار سے اہل سنت ہونے کے باوجود بعض متعصب افراد کی طرف سے شیعہ ہونے کی تہمت سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ جیسا کہ اس قسم کی تہمت کتاب عقد الفرید کے موٴلف ابن عبد ربّہ اندلسی (متوفی ۳۲۸ھ) کی جانب سے امام شافعیؒ کے اوپر لگائی گئی ہے جو اہل سنت کے چار فقہی ائمہ میں سے ایک ہیں۔(17)

۲۔ خاص اصطلاحی معنی

"شیعۃُ علیؑ" کی اصطلاح بطور خاص مذہب اہل سنت کے مقابلے میں مذہب تشیّع کے پیروکاروں کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے اولاد میں سے بارہ ائمہ کی بلا فصل امامت کے منصوص ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ (18) یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اس خاص معنی میں شیعوں کے تین اہم گروہ ہیں جن میں سے ایک شیعہ اثنا عشریہ، دوسرے زیدیہ اور تیسرے اسماعیلیہ ہیں۔

شیعوں کے ان تین فرقوں کے علاوہ "غلات" نامی ایک چوتھا فرقہ بھی اپنے آپ کو شیعہ کہتا ہے البتہ تمام شیعہ بالخصوص شیعہ اثنا عشریہ کا غلات کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ یہ لوگ شیعہ نہیں ہیں بلکہ اپنے غالیانہ اور مشرکانہ نظریات کی وجہ سے بنیادی طور پر مسلمان بھی نہیں ہیں۔(19)

مذکورہ بالا تینوں شیعہ فرقوں کی مزید چھوٹی بڑی شاخیں بھی ہیں جن کے بارے میں ملل و نحل اور اسلامی فرقوں سے متعلق لکھی گئی کتابوں میں بہت زیادہ تفصیلات دی گئی ہیں۔ جن میں بعض تفصیلات مبالغے کی حد تک ہیں، لہٰذا بعض کتب ملل و نحل میں شیعوں کے ایسے فرقوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے جن کا عالمِ خارج میں کہیں کوئی وجود نہیں ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ بات اہم ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تدریجاً کلمہ شیعہ بطور غالب اسی خاص اصطلاحی معنی پر منطبق ہو گیا ہے۔ بنابریں مذہب تشیّع کے یہ تینوں فرقے، اپنے آپ کو شیعہ کہتے ہیں اور لفظ شیعہ فقط ایک فرقے مثلاً امامیہ کے لئے ہی استعمال نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے باوجود آج کل فقط شیعہ اثنا عشریہ اور امامیہ کو ہی شیعہ کہا جاتا ہے اور دوسرے دو شیعی فرقے اپنے خاص ناموں یعنی اسماعیلیہ اور زیدیہ ہی کے نام سے مشہور ہیں اور اُن کے ساتھ شیعہ نہیں لکھا جاتا۔

بہر حال، اصطلاح "شیعۃُ علیؑ" کے متعلق تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تاریخی اعتبار سے یہ اصطلاح اپنے دونوں (عام و خاص) معانی میں شروع شروع میں "شیعۃُ علی" کے طور پر استعمال ہوتی تھی، جیسا کہ احادیث نبویؐ اور روایات اہل بیتؑ میں اسی طرح استعمال ہوتی رہی ہے ([20]) اس کے مقابلے میں بہت کم مدت کے لئے "شیعۃُ عثمان" اور "شیعۃُ معاویہ" جیسی اصطلاحیں بھی استعمال ہوتی رہی ہیں، لیکن بہت جلد

ان کی جگہ "عثمانیہ" اور "اہل سنت والجماعت" جیسی اصطلاحیں رائج ہو گئیں۔ یہاں تک کہ تاریخی لحاظ سے کلمہ "شیعہ" بطور مفرد اور بغیر کسی اضافت کے فقط شیعیان علیؑ کے لئے اصطلاح کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اور آج بھی پوری دنیا میں جب فقط شیعہ کہا جاتا ہے تو اس سے مراد شیعہ امامیہ اثنا عشریہ ہی مراد لئے جاتے ہیں۔

شیعہ اور تشیع کی مترادف اصطلاحات

شروع سے لے کر آج تک پوری تاریخ تشیع کو دیکھا جائے اور دنیائے اسلام کے مختلف شیعہ آبادی والے علاقوں کو دیکھیں تو شیعہ اور تشیع کے مترادف چند اور اصطلاحیں بھی رائج نظر آتی ہیں۔ اس مقالے میں ان میں سے بعض ایسے مشہور ناموں کی وضاحت کی جاتی ہے جو شیعہ اور تشیع کے مترادف استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں دو باتوں کی طرف توجہ ضروری ہے۔ اول یہ کہ یہاں پر جن اصطلاحات کو ذکر کیا جارہا ہے۔ یہ فقط شیعہ اور تشیّع کے مترداف چند اصطلاحیں ہیں۔ اس سلسلے میں مزید تحقیق کے لئے ہمیں تاریخی اور جغرافیائی لحاظ سے مذہب شیعہ کا مطالعہ کرنا ہوگا اور دیکھنا ہوگا کہ کس زمانے میں کون سی اصطلاح شیعہ و تشیّع کے مترادف استعمال ہوتی رہی ہے اور دنیا کے کن کن علاقوں میں شیعیان اہل بیت اطہارؑ کے لئے کون سی دوسری اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔ دوسری اہم بات یہ کہ یہاں جو اصطلاحات اجمالاً ذکر کی گئی ہیں یہی تاریخ شیعہ میں نمایاں طور پر استعمال ہوتی رہی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی اصطلاحات ایسی ہیں جو مختلف شیعہ فرقوں کے بارے میں ذکر ہوئی ہیں اور ملل و نحل اور اسلامی مذاہب سے متعلق کتب لکھنے والوں نے ان کو ذکر کیا ہے۔ مثلاً جعفریہ، خاصہ، قزلباش وغیرہ، ان کے بارے میں مزید تحقیق کے لئے متعلقہ کتب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ ([21])

الف: علوی

علوی در اصل اُن لوگوں کے نَسب کی طرف اشارہ ہے جو امام علی علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ کیونکہ شیعہ مذہب اور مکتب تشیع حضرت علی علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اور ولایت وامامت علیؑ کا اعتقاد رکھنے والوں کو شیعہ کہا جاتا ہے، لہٰذا اسی مناسبت سے بعض مواقع اور بعض علاقوں میں شیعوں کو "علوی" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح "عثمانیہ" کے مقابلے میں استعمال کی جاتی ہے چونکہ حضرت عثمان کے قتل کے بعد جن لوگوں نے حضرت علیؑ کو قتل عثمان سے بری الذمہ قرار دیا ہے اور سیاسی لحاظ سے اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ اور امیر شام کے نظریات کو قبول نہیں کیا، اُنہیں عثمانیوں کے مقابلے میں علوی کہا جانے لگا۔ اس لئے حضرت علیؑ کی خلافت کو جائز اور مشروع سمجھنے اور جنگ جمل و صفین کو غلط فیصلہ قرار دینے والے سیاسی لحاظ سے علوی کہلاتے، اگرچہ انہوں نے وہ زمانہ نہ بھی دیکھا ہو۔ لہٰذا تابعین میں سے جن احادیث کے راویوں کو "وکان علویاً" کہا جاتا ہے، یہ وہی لوگ ہیں جو سیاسی لحاظ سے حضرت علیؑ کے حامی تھے اور "عثمانیوں" کے مقابلے میں علوی کہلاتے ہیں۔ ([22])

اسی طرح بعض اوقات "علوی" کی اصطلاح، "عباسی" کے مقابلے میں بولی جاتی ہے۔ اس اصطلاح کے مطابق "علویہ" سے مراد وہی شیعہ ہیں جو حضرت علیؑ اور اُن کے بعد گیارہ ائمہ اہل بیتؑ کی امامت کے معتقد ہیں۔ جبکہ "عباسیہ" وہ لوگ تھے جو آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی امامت کا اعتقاد رکھتے تھے۔ ([23])

البتہ یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ شروع شروع میں بنی علیؑ اور بنی عباس میں کسی قسم کا تقابل نہیں کیا جاتا تھا حتیٰ اُمویوں کے زمانہ حکومت میں یہ دونوں خاندان اُن کے مقابلے میں اکٹھے ہو چکے تھے اور بعض روایات کے مطابق دونوں خاندانوں کے پیروکار شیعہ آل محمدؐ کے نام سے یاد کیئے جاتے تھے، لیکن اُمویوں کی حکومت ختم ہونے کے بعد جب بنی عباس اقتدار پر قابض ہو گئے تو اُنہوں نے سیاسی خطرات کے پیش نظر

علویوں یعنی اولاد علیؑ پر بہت زیادہ ظلم وستم شروع کردیئے۔اس کے بعد فقط وہی لوگ شیعہ کہلانے لگے تھے جو ولایت علیؑ کے معتقد تھے ۔([24])اسی طرح "علویان طبرستان" اُن حکمرانوں کے سلسلے کا نام ہے کہ جو علوی نَسب ہیں اور ۲۵۰ھ تا ۳۱۶ھ تک بحر خزر یعنی دیلم، گیلان اور طبرستان پر حکومت کرتے رہے ہیں۔

یہاں شام میں موجود علوی بھی ہیں جو مذہب کے اعتبار سے علوی کہلاتے ہیں اور اپنے خاص عقائد کی وجہ سے شیعہ امامیہ اثناعشریہ سے مختلف ہیں ،جس کے بارے میں تفصیل فرق الشیعہ کے بارے میں جدا مقالے میں کی جانی چاہیے اور اسکا تعلق فرق الشیعہ سے ہے نہ شیعہ کی لغوی واصطلاحی موضوع سے۔

ب:ترابیہ

یہ نام شیعوں کے مخالفین، شیعوں کے لئے طعن وتشنیع کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔یہ نام دراصل حضرت علی علیہ السلام کے اُس لقب کی طرف منسوب ہے جو رسول اکرمﷺ نے حضرت علیؑ کو عطافرمایا تھا۔حضرت علیؑ خود بھی اپنے لئے اس نام کو پسند فرماتے تھے ،امیر شام بطور طعن حضرت علیؑ کو اس لقب سے یاد کیا کرتے۔زیاد بن ابیہ نے سب سے پہلے حضرت علیؑ کے شیعوں کو اس لقب سے یاد کیا تھا۔ ([25])

البتہ حضرت علی علیہ السلام کو یہ لقب رسول خداﷺ نے کب اور کیسے عطافرمایا تھا،اس بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک بار آنحضرتﷺ نے دیکھا کہ حضرت علیؑ سجدے کی حالت میں اپنا چہرہ خاک پر رکھے ہوئے ہیں اور اُن کا چہرہ خاک آلود ہو چکا ہے ،اس وقت آنحضرتﷺ نے امام علیؑ کو ابوتراب کا لقب عطا فرمایا۔([26])بعض کتابوں میں عمار یاسرؓ سے ایک واقعہ نقل ہوا ہے کہ غزوۂ ذوالعشیرہ (سال دوم ہجری) میں آنحضرتﷺ نے حضرت کو "نخلستان بنی مدلج" میں دیکھا کہ وہ زمین پر سوئے ہوئے تھے ،اس وقت آپؐ نے حضرت علیؑ کو ابوتراب کے لقب سے یاد فرماتے ہوئے نیند سے بیدار کیا اور پھر اُن کی شہادت کے بارے میں پیشگوئی فرمائی۔([27])

ایک دوسری روایت کے مطابق ایک دن حضرت علیؑ گھر سے باہر تھے اور مسجد کے سائے میں سوئے ہوئے تھے ،اسی دوران آنحضرتﷺ جناب فاطمہ علیہا السلام کے پاس تشریف لائے اور پوچھا، تیرے چچازاد کہاں ہیں ؟جناب فاطمہؑ نے جواب میں عرض کی : مسجد میں سوئے ہوئے ہیں ،رسول اللہﷺ وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا اُن کی عباکاندھوں سے زمین پر گری پڑی ہے اور مٹی سے خاک آلود ہو چکی ہے،اس وقت آنحضرتﷺ نے حضرت علیؑ کی عبا زمین سے اُٹھائی اور اس کی خاک جھاڑتے ہوئے فرمایا: اے ابوتراب اُٹھو۔([28])ہوسکتا ہے یہ واقعہ چند بار پیش آیا ہو اور آنحضرتﷺ نے چند موقعوں پر اُنھیں اس لقب سے یاد فرمایا ہو،ایک بار مسجد میں اور ایک بار غزوۂ ذوالعشیرہ کے دوران۔بنی اُمیہ کے دور حکومت میں کہ جب حضرت علیؑ پر منبروں پر سب وشتم کا سلسلہ سرکاری حیثیت اختیار کر چکا تھا، حضرت علیؑ کی کنیت ابوتراب، توہین اور تحقیر کی نیت سے استعمال کی جاتی تھی یہ سلسلہ اُموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے ختم کیا گیا تھا۔بعد میں بعض جوان مرد اور پہلوان قسم کے لوگ اسی طرح بعض صوفی گروہ ،حضرت علیؑ کے لئے ابوتراب کی کنیت عام طور پر استعمال کرنے لگے تھے چونکہ وہ اُنہیں شجاعت وتواضع وانکساری کا مظہر جانتے تھے۔([29])

ج:رافضی

اصطلاح رافضی کی جمع روافض اور رافضیان ہے،جس کا مادہ "رفض" ہے جس کا معنی ترک کرنا، چھوڑ دینا ہے۔شیعوں کے مخالفین یہ اصطلاح تمام شیعہ فرقوں اور بعض اوقات کسی ایک شیعہ فرقے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔اسی طرح جو لوگ عقیدتاً شیعہ نہیں ہیں، لیکن اہل بیت رسول

علیہم السلام سے محبت و مودّت کا اظہار کرتے ہیں، اُنھیں بھی رافضی کہا جاتا ہے۔البتہ مخالفین، شیعوں کے بارے میں رافضی اور رافضہ کی اصطلاح طعن اور مذمت کی نیت سے استعمال کرتے ہیں، اُن کا دعویٰ ہے کہ شیعوں نے دین اسلام کو ترک کر دیا ہے اور دین خدا سے نکل چکے ہیں! ([30])
یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ تاریخ اسلام کے بعض ادوار میں جب موجودہ دور کی طرح مذہبی تعصّبات اپنے عروج پر تھے، شیعوں کو رافضیوں کے عنوان سے پکارا جاتا تھا اور اُنھیں زردشتیوں اور نصرانیوں کی صف میں شمار کیا جاتا تھا، جیسا کہ آج کے متعصب تکفیری گروہ شیعوں کو یہودیوں کی صف میں شمار کرتے ہیں اور ان کے یہودی ہونے کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔مذہبی تعصب کی وجہ سے متعصب حکمران بھی شیعوں کو اذیت وآزار اور بعض اوقات قتل وغارت کا نشانہ بناتے تھے۔([31])
یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ مخالفین شیعہ کی جانب سے کلمہ رافضی اور رافضہ بطور مذمت اور طعن استعمال ہونے کے باوجود ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقول کچھ روایات میں اصطلاح رافضہ مثبت معنوں (یعنی شر وبدی کو ترک کرنے کے معنی) میں استعمال ہوئی ہے جو ایک مثبت اور مقدس مفہوم کی طرف اشارہ ہے۔([32])
اصطلاح رافضی اور رافضہ کے وجود میں آنے کے بارے میں "ابوالحسن اشعری" (متوفی ۳۲۴ھ) نے لکھا ہے کہ شیعوں کو رافضہ کہا جاتا ہے چونکہ اُنہوں نے امامت ابوبکر و عمر کو ترک کر دیا ہے اور اُن کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے علناً اور صراحت کے ساتھ علیؑ کو اپنا خلیفہ وجانشین منتخب کیا ہے۔([33])
بعض دوسرے محققین نے لکھا ہے کہ شیعوں کو رافضہ کے نام سے یاد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کوفیوں نے زید بن علی بن الحسینؑ سے بیعت کی تھی اور زید نے قیام کیا تھا۔اُن کے بعض ساتھیوں نے سنا کہ وہ ابوبکر و عمر پر طعن کرتے ہیں حالانکہ زید حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت کے قائل تھے لیکن حضرت ابوبکر عمر پر طعن کرنے سے منع کرتے تھے۔اس لئے بعض ساتھیوں نے اُنہیں ترک کر دیا (یعنی چھوڑ دیا)، زید نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا: "رفضتمونی " (مجھے ترک کر دیا ہے) اس کے بعد جن لوگوں نے زید کو ترک کر دیا تھا اُنہیں رافضہ کہا جانے لگا۔البتہ زید بن علی بن الحسینؑ کی ائمہ معصومینؑ نے مدح و تمجید کی ہے لہٰذا یہ اُن کے ساتھ اس طرح کی نسبت ایک ناروا تہمت سے زیادہ کچھ نہیں۔([34])
شیعوں کو رافضی کہنے کی ایک اور وجہ یہ ذکر کی گئی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُن کے ایک اہم صحابی مغیرۃ بن سعید نے محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ کی امامت کا عقیدہ اختیار کر لیا تھا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کو چھوڑ (ترک کر) دیا تھا لہٰذا امام جعفر صادقؑ نے اُسے رفض کر دیا اور اس پر لعنت کی اور شیعوں نے بھی اس سے اظہار برائت کیا۔اس واقعہ کے بعد اُسے اور اُس کے پیروکاروں کو رافضہ کہا جانے لگا۔(35) لیکن یہ وجہ کسی بھی طرح درست نہیں ہے چونکہ شیعوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کے زندگی ہی میں مغیرہ بن سعید کے باطل عقائد اور دعویٰ نبوت کی بنا پر اُس سے اظہار برائت کر دیا تھا۔(36) اہل سنت کے فقہی مسالک میں سے ایک مسلک کے رہبر، امام شافعی ہیں جو اہل بیتؑ کے محبین میں سے تھے، جس کی وجہ سے انہوں نے ایک شعر میں اپنے آپ کو رافضی کہا ہے اور اس نام پر فخر کا اظہار کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں:

لوکان حبّ الوصی رفضاً　　　فإنّنی أرفض العباد

...

لوکان رفضی حبّ آل محمد　　　فلیشھد الثّقلان أنّی رافضی

لوکان ذنبی حُبَّ آل محمد　　　فذلك ذنبٌ لست منه اتوب

یعنی: اگر وصی پیغمبرؐ (یعنی حضرت علی علیہ السلام) کی دوستی مایۂ رفض [رافضی ہونا] ہے; تو میں سب سے بڑا رافضی ہوں... اگر مجھے رافضی قرار دیے جانے کی وجہ آل محمدؐ سے میری محبت ہے تو جنّ وانس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔ اگر میرا گناہ،آل محمد کی دوستی ہے تو یہ ایک ایسا گناہ ہے جس سے میں توبہ نہیں کروں گا۔" ([37])

د: جعفریہ

فقہ شیعہ امامیہ چونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں مدون ہوئی ہے،اس لحاظ سے فقہی مسلک کے طور پر شیعوں کو جعفری مذہب یا جعفریہ بھی کہا جاتا ہے،یعنی فقہ جعفریہ کے پیروکار۔البتہ جعفریہ نام کے دوسرے چند فرقے بھی ہیں جن کا شیعہ امامیہ اثنا عشریہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔جن کی تفصیل فرق ومذاہب کی کتب میں دیکھی جاسکتی ہے (رجوع کیجئے: دائرۃ المعارف تشیع، ج ۴)

تشیع سے متعلق بعض علاقائی اصطلاحات

ا۔ متاولہ

لبنان کے ایک علاقے جبل عامل میں شیعہ امامیہ کا ایک اہم ترین نام "متاولہ" ہے۔یہ کلمہ یا تو "متوالی" کی جمع ہے جو "توالی" سے مشتق قیاسی ہے اور جس کا معنی تتابع یعنی پے در پے ہونا ہے۔چونکہ جبل عامل کے تمام لوگ اہل بیت رسولؐ کی موالات میں ہمیشہ پائیدار رہے ہیں اور کسی بھی وقت اُنھوں نے اہل بیتؑ کے دامن کو نہیں چھوڑا۔یا یہ کلمہ (قیاس کے برعکس) تولّی سے مشتق ہے۔یعنی اہل بیت رسول ﷺ کی ولاء اور محبت رکھنے کی وجہ سے اُنہیں اپنا ولی اور سرپرست مان لیا ہے۔([38])اس نام کا ایک اور سبب یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ جنگ کے موقع پر اُن کا نعرہ یہ تھا: "مُت ولّیاً لعلی علیہ السلام" یعنی مرو تو علیؑ کے محبّ اور موالی کی حیثیت سے مرو۔([39])

۲۔ مِشارقہ

مشہور مؤرخ "ابن اثیر" (۵۵۵۔۶۳۰ھ) اپنی کتاب "الکامل فی التاریخ" میں سال ۴۰۷ھ کے واقعات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مغرب (شمال افریقہ) میں شیعوں کو "مَشارقہ" کہتے ہیں۔یہ نام ابو عبد اللہ شیعی (متوفی ۲۹۸ھ) کے ساتھ انتساب کی وجہ سے رکھا گیا ہے،جو دراصل مشرقی تھا۔([40]) لیکن بظاہر یہ نام بھی مخالفین شیعہ کی جانب سے بطور طعن رکھا گیا ہے یعنی اُس علاقے میں غیر اور اجنبی ہونے کی وجہ سے انہیں مشارقہ (اہل مشرق) کہا جانے لگا۔

شیعہ اور تشیع کے متقابل اصطلاحات

اب ہم یہاں چند ایسی اصطلاحات ذکر کرتے ہیں جو تاریخ اسلام میں شیعہ اور تشیّع کے مقابلے میں استعمال ہوتی رہی ہیں۔

الف: اہل تسنن (اہل سنت والجماعت)

کلمہ "سنت" لغت میں سیرہ، روش اور طریقے کو کہتے ہیں۔ ([41])

اصطلاحی معنی کے لحاظ سے تمام مسلمانوں کے نزدیک خواہ وہ شیعہ ہوں یا سنی، سنت سے مراد رسول خدا ﷺ کے اوامر اور نواہی اور آنحضرت ﷺ کی روش اور طریقہ ہے، خواہ وہ قول سے ثابت ہو یا عمل سے۔ سنت رسول ﷺ کو شرعی احکام کے استنباط کی ادلہ میں سے شمار کیا جاتا ہے اور قرآن مجید کے بعد سنت رسول شریعت اسلام کا دوسرا بڑا ماخذ ہے۔ اسی طرح اصطلاح "اہل سنت" مسلمانوں کے اس گروہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے جو بزعم خود سنت رسول ﷺ، خلفائے راشدین اور اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم کے پیروکار ہیں۔ ([42])

پس مذہب امامیہ شیعہ اثنا عشریہ اور مذہب اہل تسنن کا باہمی فرق یہی ہوا کہ مذہب شیعہ میں قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے بعد آنحضرت ﷺ کے بارہ جانشینوں (ائمہ معصومینؑ) کو شرعی حجت مانا جاتا ہے جبکہ اہل سنت کے نزدیک قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اصحاب رسولؐ کے قول و فعل کو بھی حجت سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں شیعہ امامیہ شریعت اور دین کی تعلیمات کو اہل بیت رسولؐ کے ذریعے اخذ کرتے ہیں اور خلفا اور صحابہ کرام کے معصوم نہ ہونے کی وجہ سے دینی مسائل میں، اُن کی روش اور طریقے کو معتبر نہیں جانتے۔ جبکہ اہل سنت دینی تعلیمات کو اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم کے ذریعے اخذ کرتے ہیں۔ دونوں کے پاس اپنی اپنی ادلہ و براہین ہیں۔ اس لحاظ سے یہ دونوں مذاہب ایک دوسرے کے مقابل قرار پاتے ہیں۔ عصر حاضر کی اصطلاح میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ شیعوں نے دین اور اسلام کا فہم اہل بیت رسولؐ سے حاصل کیا ہے اور اہل سنت نے فہم دین صحابہ کرام کے ذریعے اخذ کیا ہے۔ اس سلسلے میں جاننا چاہیے کہ حضرت علی علیہ السلام نے شیعوں کے نام اپنے ایک خطاب میں تاکید فرمائی ہے جس کے مطابق آپؑ فرماتے ہیں:

" من عبداللہ علیؑ امیرالمؤمنین، الی شیعتہ من المؤمنین و ھو اسم شرّفہ اللّٰہ فی الکتاب، فانہ یقول «و انّ من شیعتہ لابراھیم.» و انتم شیعۃ النبیّ محمد... إسم غیر مختصّ، و امر غیر مبتدع... "

یعنی: "نام شیعہ تم ہی سے مختص نہیں اور کوئی نئی چیز نہیں بلکہ شیعہ در حقیقت رسول اللہ ﷺ کے شیعہ اور پیروکار ہیں اور نام شیعہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں " شِیعَتِهِ لَإِبْرَاهِیمَ " فرما کر شرف بخشا ہے۔ یہ اشارہ ہے سورۂ صافات کی آیت ۸۳ " وَإِنَّ مِن شِیعَتِهِ لَإِبْرَاهِیمَ " کی طرف یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے تھے۔" ([43])

اس سے پتا چلا کہ لفظ شیعہ نیک کردار افراد کے لئے ایک قرآنی اصطلاح ہے۔ اسی لئے قرآن نے جناب ابراہیمؑ کو بھی اتباع نوحؑ کی بنا پر حضرت نوحؑ کے شیعوں میں سے قرار دیا ہے۔

ب۔ عثمانی

قدیم ایام سے ایک اور اصطلاح کے جو شیعیان علیؑ کے مقابلے میں استعمال ہوتی رہی ہے، وہ عثمانی یا عثمانیہ ہے۔ عثمانی، حضرت عثمان کی طرف منسوب ہیں۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ اصطلاح اُن لوگوں کے لئے استعمال ہوتی تھی جو نسب کے لحاظ سے خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان کی اولاد سے تھے اسی طرح حضرت عثمان کے قتل (۳۵ھ) کے بعد اُن کے حامیوں میں سے قرار پائے جنہوں نے حضرت علیؑ اور اُن کے حامیوں پر قتل عثمان کا الزام لگایا۔ ان کو حضرت علیؑ کے سیاسی و اعتقادی حامیوں (شیعوں) کے مقابلے میں شیعہ عثمان کہا جانے لگا۔ ([44])

بنابریں شام کے رہنے والے حضرت عثمان کی خون خواہی کے دعویٰ کے ساتھ حضرت علیؑ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور جنگ صفین کا دردناک واقعہ پیش آیا۔ یہی لوگ اُموی حکومت کے حامی تھے۔ بعد میں یہ اصطلاح مخالفین شیعہ کے لئے استعمال ہونے لگی اور تاریخ اسلام میں اس کو اسی معنی میں لیا جاتا رہا ہے جیسا کہ ابو عثمان جاحظ (۱۵۰۔۲۵۵ھ) نے "عثمانیہ" نام کی ایک کتاب بھی تشیّع کی مخالفت میں لکھی۔ (45)

ج۔ ناصبی

بعض متعصب افراد کی جانب سے شیعوں کے بارے میں "رافضی" کی اصطلاح کے جواب میں انہی متعصب لوگوں کے لئے شیعوں کی طرف سے "ناصبی" کی اصطلاح استعمال ہونے لگی۔ ناصبی جس کی جمع "نواصب" ہے۔اس نام کے استعمال میں اس بات کی طرف کنایہ پایا جاتا ہے کہ ان متعصب لوگوں نے عداوت خاندان رسول ﷺ کو "نصب" کیا ہے جبکہ وہ اس بات کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ اُنھوں نے فقط خلیفہ اور امام کو نصب کیا ہے۔ بہر حال شیعہ امامیہ کے نزدیک ناصبی وہ لوگ ہیں جو ائمہ اہل بیتؑ میں سے کسی ایک کے ساتھ بغض و عداوت رکھتے ہوں یا آئمہ معصومینؑ سے محبت کرنے والوں اور اُن کی پیروی کرنے والوں کے ساتھ اس لئے عداوت رکھتے ہوں کہ یہ لوگ ائمہ معصومینؑ سے محبت کیوں رکھتے ہیں۔

اس سے واضح ہو گیا ہے کہ شیعہ امامیہ کے نزدیک تمام اہل سنت ناصبی نہیں ہیں چونکہ اہل سنت کی اکثریت اہل بیت رسول ﷺ سے محبت رکھتی ہے اگرچہ وہ فقہی اور کلامی اعتبار سے اہل بیت کے مذہب کی پیروی نہیں کرتے لیکن اُن سے محبت کو اپنا ایمانی فریضہ سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ امام شافعیؒ کے اشعار سے اُن کی محبت اہل بیتؑ ظاہر ہوتی ہے۔اس لئے شیعوں کے بارے میں تمام اہل سنت کو ناصبی قرار دینے کا دعویٰ فقط ایک پروپیگنڈہ ہے۔

یہ شیعہ اور تشیّع کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم و معانی کی ایک اجمالی بحث تھی۔ یہ موضوع کافی وسیع ہے اور اس مختصر مقالے میں اس کے تمام پہلوؤں پر روشنی نہیں ڈالی سکتی۔البتہ اس موضوع پر تحقیق کرنے والوں کو اس مختصر مقالے سے ابتدائی رہنمائی فراہم ہو سکتی ہے۔

حوالہ جات

1 ۔ ابن منظور، لسان العرب، تصحیح امین محمد عبدالوہاب و محمد الصادق العبیدی، بیروت، داراحیاء التراث العربی۔

2 ۔ ابن منظور، ایضاً، ج ۷، ص ۲۵۸ ،مادہ "شیع"

3 ۔ حجر: ۱۰ / انعام: ۱۵۹،۶۵ / قصص: ۴ / روم: ۳۲۔

4 ۔ "... ہذا من شیعتہ وہذا من عدّوہ فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوّہ... ". سورۂ قصص: آیت ۱۵

[5] ۔ ابن منظور، ایضاً، ج ۷، ص ۲۵۹ ،مادہ "شیع"۔ البتہ «تشیّع فی الشیء» کا بھی یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے: (اُس چیز کا دلداہ اور شیفتہ ہوگیا ہے) جبران مسعود، الرائد،فرہنگ الفبایی عربی - فارسی، ج دوم، ترجمہ رضا انزابی نژاد، مشہد، مؤسسہ چاپ و انتشارات آستان قدس رضوی، 1376، ج 1، ص 481،مادہ "تَشَيَّع تشیّعاً"

[6] ۔ ابن منظور، ایضاً، ج ۷، ص ۲۵۹ ،مادہ "شیع"

[7] ۔ ایضاً، ص،۲۵۹،۲۵۸مادہ "شیع "

[8] ۔ایضاً، ص۲۵۹ ،مادہ "شیع "

[9] ۔ص۲۵۹ ،مادہ "شیع "

[10] ۔ص۲۵۹ ،مادہ "شیع "

[11] ۔ ایضاً، ص۲۵۹ ،مادہ "شیع "

[12] ۔ ایضاً،ج۷، ص۲۵۸،مادہ شیع۔

[13] ۔ جن موقعوں پر رسول خدا ﷺ نے "شیعۃُ علی " کی اصطلاح استعمال کی ہے،ان کے بارے میں مذید آگاہی کے لئے علامہ محمد حسین مظفر کی کتاب "تاریخ الشیعۃ" مطبوعہ دارالزہراء بیروت، لبنان، ۱۹۸۵ء ص ۱۳۔۱۷ کی طرف رجوع کیجئے۔

[14] ۔سعد بن عبداللہ ابوخلف الأشعری القمی،کتاب المقالات والفرق، تصحیح محمد جواد مشکور، تہران، مؤسسہ مطبوعاتی عطائی، ۱۹۶۳ ء، ص ۱۵

[15] ۔ عبداللہ فیاض،تاریخ الامامیۃ و اسلافہم من الشیعۃ منذ نشأۃ التشیع حتی مطلع القرن الرابع الہجری، طبع سوم، بیروت، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، ۱۴۰۶ ھ / ۱۹۸۶ ء، ص ۳۱

[16] ۔اس موضوع پر جاحظ کی کتاب "عثمانیہ "ملاحظہ فرمایئے۔

[17] ۔رسول جعفریان،تاریخ تشیع در ایران از آغاز تا قرن ہفتم ہجری، دوسراایڈیشن، تہران، مرکز چاپ و نشر سازمان تبلیغات اسلامی،۱۳۶۹ شمسی، ص ۳۰،۲۸

[18] ۔ ابوالفتح محمد بن عبدالکریم الشہرستانی،الملل و النحل، تحقیق محمد سید کیلانی، بیروت، دارالمعرفۃ، ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء، ج ۱، ص ۱۴۶ / عبداللہ فیاض، ہمان، ص ۳۴،۳۲

[19] ۔احمد صدر حاج سید جوادی و دیگران (زیر نظر)،دائرۃ المعارف تشیع، ج۲، تہران، نشر شہید سعید محبی، 1377، ج 4، ص 272 (مادہ "تشیّع"

[20] ۔ محمد حسین مظفر، تاریخ الشیعۃ، ص ۳۴،۳۲

[21] ۔ سید محسن الامین،اعیان الشیعۃ، تحقیق حسن الامین، بیروت، دارالتعارف للمطبوعات، ج۱، ص۲۱،۲۰

[22] ۔ علی اکبر دہخدا، لغت نامہ دہخدا، چ اول، دورہ جدید، تہران، مؤسسہ انتشارات ،مطبوعہ دانشگاہ تہران، ۱۳۷۳ شمسی، ج ۱۰، مادہ "علوی"

[23] ۔ایضاً

[24] ۔تاج الدین ابن محمد الحسینی،غایۃ الاختصار...، تحقیق السید محمد صادق بحرالعلوم، نجف، المطبعۃ الحیدریۃ، ۱۳۸۲ ھ / ۱۹۶۲ ء / ص ۱۳۳، ۱۳۴.

[25] ۔ احمد صدر حاج سیدجوادی و دیگران، دائرۃالمعارف تشیّع، ج ۴، ص ۲۰۱ مادہ "ترابیہ"

[26] ۔الفضل بن الحسن الطبرسی،اعلام الوری بأعلام الہدی، تحقیق موسسۃ آل البیت (علیہم السلام) لإحیاء التراث، قم، مؤسسۃ آل البیت (علیہم السلام) لإحیاء التراث، ۱۴۱۷ھ، ج ۱، ص ۳۰۷

[27] ۔ ابن ہشام،السیرۃ النبویۃ، تحقیق مصطفیٰ السقّا و دیگران، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ج ۲، ص۲۵۰،۲۴۹

[28] ۔احمد صدر حاج سید جوادی و دیگران ، دائرۃالمعارف تشیّع، ج ۱، ص ۳۹۰ ،مادہ "ابوتراب"

[29] ۔ایضاً

[30] ۔ایضاً ج۸، ص ۱۰۲،۱۰۱،مادہ رافضی ورافضہ

[31] ۔سید جعفر شہیدی،از دیروز تا امروز; مجموعہ مقالات، تہران، نشر قطرہ، ۱۳۷۲ شمسی، ص ۱۴۳

[32] ۔احمد صدر حاج سید جوادی و دیگران (زیر نظر)، دائرۃالمعارف تشیّع، ج ۸، ص ۱۰۲ (مادہ رافضی)

[33] ۔ ابوالحسن علی بن اسماعیل الاشعری،مقالات الاسلامیین و اختلاف المصلّین، تیسراایڈیشن، قیسبادن، دارالنشر فرانز شتایز، ۱۴۰۰ ھ / ۱۹۸۰ ء، ص۱۶

[34] ۔احمد صدر حاج سید جوادی و دیگران (زیر نظر)، دائرۃالمعارف تشیّع، ج ۸، ص ۱۰۳ (مادہ رافضی، رافضیہ)

[35] ۔ابوخلف اشعری قمی، کتاب المقالات والفرق، تصحیح محمد جواد مشکور، تہران، مؤسسہ مطبوعاتی عطائی، ۱۹۶۳ ء ص ۷۷،۷۶

[36] ۔احمد صدر حاج سیدجوادی و دیگران (زیر نظر)، دائرۃالمعارف تشیّع، ج 8، ص 104 (مادہ رافضی، رافضیہ)

[37] ۔ نصیرالدین ابوالرشید عبدالجلیل قزوینی رازی، نقض...، تصحیح میرجلال الدین محدث، تہران، انتشارات انجمن آثار ملی، ص ۲۱۴، ۲۱۵

[38] ۔احمد صدرحاج سیدجوادی و دیگران (زیر نظر)، دائرۃالمعارف تشیّع، ج ۴، ص ۲۷۲(مادہ تشیع)

[39] ۔لویس معلوف، المنجد، افست، تہران، اسماعیلیان، ۱۳۶۵ شمسی، ج ۲، ص ۶۳۲ (مادہ متاولہ)

[40] ۔عزالدین ابن الأثیر، الکامل فی التاریخ، ج۹، بیروت، دارصادر، داربیروت، ص ۲۹۵

[41] ۔کلمہ "سنت" از "سنن" طریق (راہ) سے لیاگیاہے۔ رجوع کیجئے: ابن منظور، لسان العرب، ج ۶، ص ۴۰۰ (مادہ سنن)

[42] ۔احمد صدر حاج سیدجوادی و دیگران ،دائرۃالمعارف تشیّع ہ، ج ۲، ص ۶۱۴ (مادہ اہل سنت و جماعت)

[43] ۔ہادی کاشف الغطاء، مستدرک نہج البلاغۃ، نجف، مطبعۃ الراعی، ۱۳۵۴ھ، جزء ۲، ص ۲۹

[44] ۔ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ، کتاب العثمانیۃ، تحقیق و شرح عبدالسلام محمد ہارون، بیروت، درالجیل ۱۳۷۴ھ، ص ۵

[45] ۔ایضاً (یاد رہے کہ ابو جعفر محمد بن عبداللہ اسکافی (متوفی ۲۴۰ھ) نے جاحظ کی کتاب "عثمانیہ" کے جواب میں تشیع کے دفاع میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام " المعیار والموازنۃ فی فضائل الامام امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب (علیہ السلام) و بیان افضلیتہ علی جمیع العالمین بعدالانبیاء والمرسلین " ہے۔